نگاہِ اولین

عصر حاضر کے درپیش چیلنج

مدیر التحریر

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝﴾[الروم ٤١] ''خشکی اور سمندر میں لوگوں کے کرتوت کی وجہ سے تباہی پھیل گئی، تاکہ وہ ان کی بعض بداعمالیوں کا مزہ چکھائے، تاکہ وہ رجوع کرلیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت شفقت ورحمت والا ہے۔ اس کی بعض رحمتوں کو ہم تمام تسلیم کرتے ہیں اور ان کا شکر بجالانے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ اور رب العزت کی بعض حکمتیں ایسی ہیں، جن تک ہمارے قلوب واذہان کی رسائی نہیں ہے۔ انہیں اکثر لوگ رحمت کے بجائے زحمت بلکہ عذابِ الٰہی خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے، جن کے ذریعے ہمیں اپنے مالک حقیقی کی طرف رجوع کرنے کی نوبت آتی ہے۔ بعض اوقات انفرادی غلطی کی وجہ سے انسان مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ اور بعض اوقات ہماری اجتماعی کوتاہیاں ہماری دنیا وآخرت کی تباہی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ ﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝﴾[الحدید ۲۲] ''روئے زمین میں جو بھی مصیبت رونما ہوتی ہے اور تمہارے نفوس میں جو بھی ہلچل مچتا ہے، وہ انہیں بنانے سے پہلے ہی ایک کتاب (لوح محفوظ) میں موجود ہے، بیشک یہ اللہ تعالیٰ پر نہایت آسان ہے۔'' ﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۝﴾[الشوری ۳۰] ''تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے ہے اور وہ بہت سارے خطا قصور معاف فرمادیتا ہے۔''

آج امت اسلامیہ کو قرآن مجید اور سنت نبویہ کے منہج سے انحراف کی پاداش میں بہت سارے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ جبکہ امت کی اکثریت کو دنیا کے عیش وعشرت اور کھیل تماشے میں کھو کر معلوم کرنے کی فرصت ہی نہیں کہ وہ دنیا میں ہر جگہ زبوں حالی کے شکار ہیں، اور جنہیں میڈیا کے ذریعے پتہ چلتا ہے کہ

وہ جگہ جگہ مظلوم و مقہور ہیں، ان کا ردعمل آپس میں تذکرہ کرنے اور افسوس کرنے تک محدود ہے۔

کچھ قوتیں کافروں کو گالیاں دے کر، پتلے جلا کر اور مردہ باد کا نعرہ لگا کر سمجھتی ہیں کہ انہوں نے بڑا تیر مارا ہے۔ اور جو لوگ عملاً جہادی کارروائی کر رہے ہیں، ان میں سے بھی بعض ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے شرعی تقاضوں اور ضروری احکام سے نابلد ہو کر نہ صرف جہاد کے ثمرات سے محروم ہیں بلکہ الٹا دین کی بدنامی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ اس وقت علمائے دین پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان چیلنجوں کو سمجھیں، ان کے اسباب پر غور وفکر کریں اور عوام الناس کو ان سے احسن طریقے سے نبٹنے کی ترغیب دیتے ہوئے صحیح طریق کار کی وضاحت کریں۔

{1} تعصب اور فرقہ بندی

عصر حاضر میں سب سے بڑا چیلنج مسلمانوں کے اندر اتفاق واتحاد کا فقدان ہے۔ عالم اسلام کے حکمرانوں کی سطح پر اس چیلنج کے خلاف بیداری کی مہم چلانے کے لیے سربراہی کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا گیا، لیکن لمبی چوڑی بحثوں کے بعد ہمارے حکمران اجتماعی مفاد کی خاطر انفرادی مفادات کی قربانی کے لیے تیار نہ ہوئے، جس پر تجزیہ کاروں نے بجا طور پر لکھا: ''اتفَقُوا علی أن لا یتفِقوا''

علمائے دین اور عوام الناس کی سطح پر امت کے اندر ''اتفاق واتحاد'' پیدا کرنے لیے کئی متضاد اور کتاب وسنت سے متصادم راستے اپنائے گئے:

{1}: اس نظریے کا پرچار کیا گیا: ''اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں، دوسروں کا عقیدہ چھیڑو نہیں۔''

اس کے تحت دنیاوی معاملات میں پر امن فضا پیدا کرنے کی کوشش کی خاطر عقائد واعمال میں اصلاح کا راستہ بالکل روک دیا گیا۔

{2}: بعض لوگوں نے ''وحدتِ ادیان'' کا خطرناک باطل فلسفہ تک ایجاد کر ڈالا۔ جس کی رو سے حق اور باطل میں فرق مٹا دینے کی کوشش کی گئی۔

{3}: بعض لوگوں نے گولی اور گالی کے ذریعے اپنا عقیدہ دوسروں پر مسلط کرنے کا راستہ اپنا لیا۔ اس طریقے پر کمزور لوگ وقتی طور پر دب تو جاتے ہیں، لیکن عموماً ردعمل کے طور پر سختی اور تعصب جنم لیتا ہے۔

اور وہ موقع ملنے پر انتہائی اقدام پر بھی اتر آتے ہیں۔

: قرآن مجید اتحادِ عقیدہ ومنہج پر زور دیتا ہے اور پیار ومحبت کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے حق کی تلقین کرنے کی ہدایت دیتا ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾[النحل ۱۲۵] ''اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور ان سے بحث ومباحثہ کی نوبت آئے تو عمدہ طریقے سے بحث کریں۔''

سارے انسان ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے مساویانہ حقوق وفرائض رکھتے ہیں۔ اللہ رب العالمین نے ہم سب کو مختلف رنگوں، نسلوں، زبانوں، اقوام، قبائل اور وطنوں میں پیدا فرما کر یہ مقصد بیان فرمایا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○﴾[الحجرات ۱۳]

آج دنیائے انسانیت قومیت، رنگ، نسل، زبان اور وطن کے تعصبات میں جل رہی ہے۔ حالانکہ یہ سب ہماری پہچان کے ذرائع ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں معیارِ عزت صرف تقویٰ ہے۔

کیا ہم میں سے کوئی اپنی قومیت، رنگ، نسل، مادری زبان اور وطن کو تبدیل کر سکتا ہے؟ ان چیزوں میں تعصب کرنا نظامِ الٰہی سے بغاوت کے مترادف ہے۔ یہ نسبتیں انسان کے اختیار میں نہیں ہیں۔

دین اسلام کا حکم یہ ہے کہ کسی سے ان بنیادوں پر تعصب نہ کیا جائے۔ تعصب کے یہ سارے اسباب عارضی یعنی صرف دنیاوی زندگی تک محدود ہیں۔ جسم سے روح نکلتے ہی عالم آخرت شروع ہو جاتا ہے، جہاں ساری دنیاوی نسبتیں مٹ جاتی ہیں، صرف تقویٰ یعنی عقیدہ توحید وعمل مسنون کام آتا ہے۔

تعصب کا خطرناک ترین میدان ''مذہب'' ہے۔ اور گلگت بلتستان میں یہی تعصب بہت نمایاں رہا ہے۔ اسی عصبیت میں بہت سے آدمی ہلاک اور مساجد ومدارس نذرِ آتش بھی ہو چکے ہیں۔

یہ تعصب سنگین ترین ہونے کے علاوہ نامعقول ترین بھی ہے؛ کیونکہ یہ فرق بالکل قابل ترمیم ہے۔ ہر مسلمان کا نصب العین روزِ قیامت جہنم سے نجات اور جنت کا حصول ہے۔ اس لیے ہم پر فرض ہے کہ تلاش حق کی نیت سے تحقیق کریں، پھر جو عقیدہ وعمل قرآن مجید کے مطابق پائیں اسے قبول کر لیں۔

﴿مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا﴾[المائدة ۱۰۴، لقمان ۲۱] پر ڈٹے رہنا اور اس بنیاد پر فرزندانِ توحید

سے تعصب کرنا کوئی دانشمندی نہیں، یہ تو ابو جہل کا طریقہ ہے۔ امت اسلامیہ کے ہر ایک فرد پر فرض ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھے اور اس کے مطابق اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کو معراج کرایا تو پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے پورے دو دن لگا تار تکبیر تحریمہ سے سلام پھیر نے تک نماز کا طریقہ اور نمازوں کے اول و آخر اوقات اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیارے نبی ﷺ کو دکھلائے۔ آپ ﷺ نے اسی روز سے وفات تک تقریباً 20,000 نمازیں باجماعت پڑھائیں۔ آج ہر فرقے کی نماز کا طریقہ الگ کیوں ہے؟ یقیناً اللہ رب العزت کے نزدیک قابل قبول نماز وہی ہے، جو رسول اللہ ﷺ نے پڑھی۔ یہی صراط مستقیم ہے، جس کی ہر نمازی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کا مطالعہ کر کے اپنی نماز اور دیگر عبادات کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول بنائے۔

ہم سارے مسلمان وہ عبادات بجالائیں، جن کا اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔ ان تمام اعمال سے اجتناب کریں جن کا حکم آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس طرح سارے مسلمان فرقہ بندی کی لعنت سے محفوظ ہو سکیں گے۔ یہی "اعتصام بحبل اللہ" ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے "اتحاد" سے پہلے دیا ہے، کیونکہ وحدتِ عقیدہ کے بغیر کوئی اتحاد مستحکم اور ثمر آور نہیں ہو سکتا۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران ۱۰۳] آج امت اسلامیہ فرقہ بندی کی لعنت سے چھٹکارا پا کر وحدت ملی کی لڑی میں پرو جائیں تو یقیناً ایسی نشأت ثانیہ سے ہم اپنی عظمت رفتہ کو بحال کر سکیں گے۔

{2} خفیہ صہیونی تنظیموں کی سازشیں

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○﴾ [البقرة ۱۱-۱۲] یہودِ بے بہبود سازشوں کا جال بچھانے کے عمل میں بڑا پرانا تجربہ رکھتے ہیں۔ مدینہ طیبہ کی پہلی اسلامی ریاست میں منفی سیاست کے لیے انہوں نے "منافقت" کی سنگ بنیاد رکھی۔ جس سے اہل اسلام کو کئی مرتبہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

یہودیوں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر انتہائی خطرناک اور خفیہ تنظیمیں بنا رکھی ہیں،

جنہیں اس شعبے کی معلومات رکھنے والے لوگ ''صہیونی پروٹوکولز'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ان تنظیموں کا نظام انتہائی خفیہ ہوتا ہے؛ اور دکھلاوے کے لیے انسانی، نسوانی، حیوانی ''حقوق'' کی پاسداری یا تعلیم، صحافت، تجارت، سیاحت، کھیل وتفریح وغیرہ کے فروغ جیسے بے ضرر عنوان کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ان تنظیموں کے ارکان کو اپنے دین کے بارے میں بالکل لبرل اور وطن کے مفادات میں غدار ہونا پڑتا ہے۔ عالمی صہیونی تنظیمیں اپنے ارکان کے اثر ورسوخ اور مالی وسفارتی معاونت کے بل پر انہیں کرسیٔ اقتدار پر براجمان کرانے، اعلیٰ مناصب پر ترقی دلانے، غیر قانونی درآمدات وبرآمدات وغیرہ کی راہ ہموار کرنے اور جرائم کی سزاؤں سے بچانے میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔

ان تنظیموں کے اراکین نے نصرانی مذہب میں منافقانہ کردار ادا کر کے ان کے بنیادی عقائد میں شرکیات وخرافات کا طوفان کھڑا کر دیا، انجیل میں عام انسانی عقل کے لیے بھی ناقابل قبول قسم کی تحریفات کر دیں۔

ان تنظیموں کے بعض ارکان نے سنگین نتائج وثمرات دیکھ کر توبہ کیا اور اپنے تأثرات قلمبند کر دیے، جس پر تنظیم کے خفیہ ہاتھوں نے انہیں قتل کیا۔ ان تصنیفات سے دنیا کو ان کے عزائم اور کارکردگی کا علم ہوا۔ اس پر رابطہ عالم اسلامی کے علاوہ نصرانی چرچ نے بھی ان تنظیموں میں شرکت کو حرام قرار دیا۔ لیکن پاکستانی قانون ساز اسمبلی میں جنرل ایوب خان نے ان تنظیموں میں شرکت کی اجازت کا قانون پاس کرایا تھا۔ معلوم نہیں مزید کتنے نام نہاد اسلامی ممالک میں ایسا گندہ قانون رائج ہے۔

دین اسلام میں اس قماش کے سکالرز کی مداخلت' واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کردہ خطرناک فتنہ ہے، جس میں: ''انسان صبح مسلمان ہوتا ہے، تو شام کو کافر بن جاتا ہے۔ اور شام کو مسلمان تھا تو صبح تک کفر وشرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' [مسلم ١٨٦(١١٨)]

قرآن مجید میں تحریف کرنا ان کے بس میں نہیں ہے۔ البتہ حدیث نبوی کی تشریعی حیثیت کا انکار، شرکیہ عقائد واعمال کا فروغ، صنف نازک کی امامت وخطابت، مخلوط نماز باجماعت، بینکوں میں سود کا جواز، اسلامی نظام حکومت پر اعتراضات وغیرہ لبرل ازم کے تحت دین اسلام میں کافرانہ مداخلت کی مثالیں ہیں۔ حتی کہ جامعۃ الازھر کے شیخ نے فرانس میں مسلم خواتین کے سکارف پہننے پر پابندی کے ''جواز کا فتویٰ'' صادر کیا۔ بعض مسلم حکمرانوں کے ہاتھوں اسلام دشمنوں کی دوستی میں حد سے بڑھ کر غیر

اسلامی اقدامات، سیاسی پارٹیوں کے احتساب میں جانبدارانہ تعصب اور سیاسی مخالفت و مذہبی اختلاف کا معاشی و عدالتی انتقام وغیرہ بہت سے مظاہر کے پیچھے انہی خفیہ تنظیموں کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔

ہم تمام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اللہ رب العالمین سے پرخلوص دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو اور خصوصاً اس پاک سرزمین کو ناپاک حکمرانوں اور بداندیش اشرافیہ کے شر سے بچائے۔

{3} علمائے دین کی کردارکشی:

کفروشرک کی دنیا میں جب ''أیھا الناس قولوا لا اله إلا الله تفلحوا'' کی صدائے توحید بلند ہوئی تو سب سے پہلے ہادی عالم کے متعصب چچا ابولہب نے **صابئ**، **کذاب** کہہ کر اعلانیہ گالیوں کا سلسلہ شروع کیا۔[ابن أبي شيبة ٨٢٢، أحمد ١٦٠٢٣] اس کی تقلید کرنے والے کافروں نے اپنے تسلیم کردہ الصادق الأمین ﷺ کو **ساحر**، **کذاب**، **مسحور**، **مجنون**، **شاعر**، **کاھن** جیسی گالیوں سے نوازا۔ مدینہ منورہ میں رئیس المنافقین نے یہی سلسلہ خفیہ طور پر شروع کیا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے:''مَن سنَّ في الإسلام سنةً حسنةً فلهُ أجرُها وأجرُ مَن عملَ بها مِن بعدهِ مِن غير أن يُنقصَ مِن أجورِهم شيءٌ، ومن سنَّ في الإسلام سنةً سيئةً فعليه وِزرُها ووِزرُ مَن عملَ بها مِن بعدهِ مِن غير أن يُنقصَ مِن أوزارِهم شيءٌ'' [مسلم ٦٩ (١٠١٧) عن جرير رضی اللہ عنہ] اب آج تک اور آئندہ قیامت تک جو بھی علمائے اسلام پر ناکردہ گناہوں کا الزام اعلانیہ لگائے گا، ان سب کا پیشوا ابولہب ہے۔ اور جو بھی یہ کرتوت خفیہ طور پر کرے گا، ان کا پیشوا مسٹر عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ ان دونوں کے مقلدوں کے ساتھ ان کے پیشواؤں کو بھی برابر کی جزا ملے گی۔

کفرونفاق کے یہ پیشوا جانتے تھے کہ داعی کی کردارکشی سے دعوت دین کو کس قدر نقصان پہنچ سکتا ہے، اگرچہ ان کے سادہ لوح مقلدین کو شاید اس کے انجام کا اندازہ نہ ہو۔

اس مسئلے کا حل ہم علماء کو خود نکالنا ہے، بتقاضائے بشریت ہم سے کمی کوتاہی یقیناً ہوسکتی ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے کردار کی اصلاح کرنا چاہیے۔ پھر اپنے رب کریم پر کامل بھروسہ رکھنا چاہیے۔ فرمانِ الٰہی

ہے:﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا ○ ويرزقه من حيث لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه﴾[الطلاق] ہم اگر پاکباز ہوں گے تو کوئی بدنیت دشمن ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔

عصر حاضر کے چیلنجوں میں علمائے اسلام کی ذمہ داریوں کو دو نکات میں سمویا جا سکتا ہے:

(۱) فقہ الواقع: علمائے دین ان چیلنجوں کی حقیقت کو سمجھ لیں، کسی چیز کی ماہیت سمجھے بغیر اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ فقہ الواقع کی فراست نصوص کتاب وسنت سے شرعی حکم استخراج کرنے میں رہنمائی کرتی ہے، جس کی بنیاد پر ہم امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

(۲) تقوی کا التزام: انسان جب تک رب کائنات کی مقدس بارگاہ میں مقبول ومحبوب نہ ہو، اس کی تگ ودو رنگ نہیں لا سکتی۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:"إنّ الله إذا أحبَّ عبدًا نادى جبريل : أن الله قد أحبَّ فلانا فأحِبه، فيحبُّه جبريل، ثم ينادي في السماء : أن الله قد أحب فلانا فأحبوه فيحبه أهلُ السماءِ ويوضعُ له القبول في الأرض"[البخاري ۷۴۹۵، مسلم ۱۵۷(۲۶۳۷)]

تقوی کا اولین تقاضا عقیدہ توحید کی پختگی ہے، انبیا ورسل کا مشترکہ عقیدہ ہونے وجہ سے اکثر ادیانِ عالم اور تمام اسلامی فرقوں میں اولین اہمیت عقیدہ توحید کو حاصل ہے، لیکن "توحید" کی تعریف ہر ایک کے پاس جداگانہ ہے۔ علمائے دین کو قرآن مجید کی روشنی میں عقیدہ توحید کی تکمیل پر خصوصی توجہ دینا چاہیے۔

تقوی کا دوسرا بڑا تقاضا **اتباع سنت** ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ پر عمل میں کسی بھی اسلامی فرقے کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ ضروری ہے کہ کتب حدیث کو پڑھ کر رہنمائی حاصل کی جائے۔

تقوی کا تیسرا اہم تقاضا **حقوق الناس** کی ادائیگی اور حسن اخلاق ہے۔

جب یہ چیزیں اہل علم کے ہاں پوری ہو جائیں گی، تو دین کے اندرونی دشمنوں کا ناطقہ بند ہو جائے گا، اور بیرونی دشمنوں کے خلاف اللہ رب العزت خصوصی امداد ونصرت فرمائیں گے۔ اس طرح عصر حاضر کے تمام درپیش چیلنجوں کا مقابلہ اور فتنوں سے بچاؤ نہایت آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین